امام شافعی رحمہ اللہ اور نسخ فی الحدیث، تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

Imām Al-Shāfiʿī and Nullification in Hadīth: A Research & Analytical Study

ڈاکٹر محمد وارث علی*

ABSTRACT:

Al-Shāfiʿī (150-204) is the founder of fiqh-al-Shāfiʿī. He was a great scholar of Ḥadīth and jurisprudence. He started to discuss the hadith sciences and wrote Ikhtilāf-al-Ḥadīth. In this article the methodology and style of al-Shāfiʿī regarding abrogation in Ḥadīth has been discussed and analysed in the light of his book Ikhtilāf-al-Ḥadīth. He has discussed many issues which have abrogation for example to eat the meat of sacrificed animal after three days of sacrifice, abrogation of punishment of different crimes, to stand up to see the dead body of any person for funeral prayer, traditions about tayamum (ablution with soil) and marry for a specific period, to raise hands going to raku (bend) and sajda in prayer, to observe fast on day Ashora (9th 10th Moharram) etc.

Key Words: Ḥadīth, contradictory, al-Shāfiʿī, Nullification.

امام شافعی رحمہ اللہ (150-204) تیسری صدی ہجری کے عالم، محدث اور فقیہہ ہیں جنہوں نے فقہ شافعی کی بنیاد رکھی۔ اللہ تعالی نے انہیں بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔ آپ محدث اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے علم مختلف الحدیث کے بارے ان کی کاوش اختلاف الحدیث کی صورت میں ابتدائی دور کا کام ہے علم حدیث اور فقہ میں بہت اعلی مقام رکھتے ہیں۔ احادیث میں ناسخ و منسوخ کی بحث کی باقاعدہ طرح ڈالنے والے امام شافعی رحمہ اللہ ہی ہیں اس حوالے سے انہوں نے جو کردار ادا کیا وہ ناقابل فراموش ہے اس ماقالہ میں ان کے اسی کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ احادیث کے اختلاف کو انہوں نے ناسخ و منسوخ پر بحث کرتے ہوئے کس طرح دور کیا اور نسخ فی الحدیث کے ثبوت اور عدم ثبوت میں ان کا دلائل دینے کا منہج واسلوب کیا ہے۔ امام شافعی کے اس اصول نسخ کو ان کی تصنیف "اختلاف الحدیث" سے اخذ شدہ امثلہ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

الماء من الماء کا منسوخ ہونا:

اہل علم کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے مباشرت کرے تو اس وقت تک غسل کرنا ضروری نہ ہو گا جب تک اس کا انزال نہ ہو اور اس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اَلْمَاء مِنَ الْمَاءِ"[1] پانی (انزال) سے پانی (غسل) ہے یعنی جب انزال ہو گا تو پھر غسل واجب ہو گا۔ اس کے مقابلے میں دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے مباشرت کرے تو اس کا انزال ہو یا نہ ہو غسل کرنا واجب ہے اس کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا (إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)[2] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان بھی ہے کہ جب شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے

*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.
Email: mwarisali@lgu.edu.pk

جب رسول اللہ ﷺ اور میں نے ایسا کیا تو ہم نے غسل کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حوالے سے روایات نقل کرتے ہوئے اپنا تبصرہ بھی کرتے ہیں اور باب کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ فرمان ذکر کر کے فرماتے ہیں حدیث الماء من الماء ثابت الاسناد ہے لیکن یہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے۔ لہٰذا جب انزال ہو تو بھی غسل کرنا واجب ہے اور اگر انزال نہ ہو فقط آدمی کا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے تو اس سے بھی غسل کرنا واجب ہو جائے گا[3]۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو احباب انزال کے بغیر غسل کے واجب ہونے کے قائل نہیں[4] وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول "فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ فَاغْتَسَلْنَا"[5] سے غسل کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ انہوں نے بطور تطوع (احتیاطاً) غسل کیا ہو کیونکہ نبی پاک ﷺ نے یہ نہیں فرمایا علیہ الغسل کہ اس پر غسل کرنا واجب ہے۔ امام شافعی اس کا جواب دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی طرف سے یہ نہیں فرما سکتیں بلکہ انہوں نے یقیناً رسول اللہ ﷺ سے غسل کے واجب ہونے کی خبر کو سن کر یہ فرمایا ہو گا۔ اسی طرح حضرت ابی بن کعبؓ نے بھی اپنے قول الماء من الماء سے رجوع کر لیا تھا اور انہوں نے بھی رسول پاک ﷺ سے ثابت شدہ فرمان کے نتیجے میں ہی رجوع کیا ہو گا۔[6]

اس بحث سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک الماء من الماء[7] منسوخ ہے اور اس کی ناسخ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی مسئلہ کے حوالے سے کسی صحابی رسول کا اپنے قول سے رجوع پایا جاتا ہے تو یہ اس بات کی یقینی علامت ہے کہ اس صحابی کو یقیناً رسول اللہ ﷺ سے کوئی مستند حدیث یا روایت ملی ہو گی جس کی بناء پر اس نے اپنے پہلے موقف کو ترک کر کے دوسرے موقف کو اپنایا لہٰذا یہ چیز بھی ناسخ اور منسوخ کے بارے میں ہماری رہنمائی کرتی ہے جس سے ہم کسی روایت کے بارے ناسخ یا منسوخ کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

قنوت فی الصلوۃ کا نسخ:

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ فجر کی نماز میں قنوت نازلہ کا پڑھنا مستحب ہے یا منسوخ۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک قنوت فی صلاۃ الفجر منسوخ نہیں ہے بلکہ ان کے ہاں قنوت نازلہ کا پڑھنا مستحب ہے مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک قنوت فی الفجر منسوخ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ واقعہ بئر معونہ کے موقع پر تمام نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی جاتی تھی پھر اس کے بعد فجر کی نماز کے علاوہ سب نمازوں میں قنوت کا پڑھنا ترک کر دیا گیا اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نماز دو رکعت فرض کی گئی سفر میں یہی (دو رکعت) قائم رکھی گئی اور حضر میں زیادہ کر دی گئی تین نمازوں میں مغرب کی نماز کے علاوہ ایسے ہی فجر کی نماز کے علاوہ دیگر نمازوں میں قنوت کا ترک کرنا منسوخ نہیں کہلائے گا کیونکہ ناسخ منسوخ تو ان میں ہوتا ہے جن میں اختلاف ہو فجر کے علاوہ باقی نمازوں میں دیگر مباح دعاؤں کی طرح دعائے قنوت بھی مباح ہے لہٰذا یہ منسوخ نہیں ہے۔[8]

احناف کا نقطہ نظر:

اس حوالے سے احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قنوت نازلہ بئر معونہ کے موقع پر رسول پاک ﷺ نے پڑھی اور احادیث میں اس کی مدت تقریباً ایک ماہ ذکر کی گئی ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ترک فرما دی دلیل کے طور پر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث[9] پیش کرتے

ہیں۔اسی طرح امام طحاویؒ حضرت عبد الرحمان بن ابی بکرؓ[10] کی بیان کردہ روایت نقل کرتے ہیں۔كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَالَ اللهُمَّ أَنْجِ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي أَوَّلِ هَذَا الْبَابِ، وَزَادَ "فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ {لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ}[11] قَالَ فَمَا دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ بِدُعَاءٍ عَلَى أَحَدٍ"[12] نبی پاک ﷺ جب(فجر کی) آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو فرماتے اللھم انج۔۔الخ پھر حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث کے مثل حدیث بیان کی جسے ہم نے اس باب کے آغاز میں ذکر کیا ہے۔اس پر یہ اضافہ کیا کہ "پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی {لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ} پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بد دعا نہیں دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قنوت نازلہ آیت مذکورہ سے منسوخ کر دی گئی ہے،اس پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے آثار بھی موجود ہیں جو اس کے منسوخ ہونے پر دلیل ہیں۔عبد اللہ ابن عمرؓ خود بھی قنوت نازلہ نہیں پڑھتے تھے ابو مجلز[13] کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی۔میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ بڑھاپے کی وجہ سے قنوت نہیں پڑھتے؟ تو انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ اس کا کسی صحابی سے بھی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے۔[14] حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی،نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد پڑھی۔اسی طرح ابو مالک اشجعی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی آپ ﷺ نے قنوت نہیں پڑھی،میں نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بھی قنوت نہیں پڑھی میں نے حضرت عمر فاروقؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بھی قنوت نہیں پڑھی،حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز ادا کی انہوں نے بھی قنوت نہیں پڑھی میں نے حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بھی قنوت نہیں پڑھی پھر فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔[15]

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ تک قنوت پڑھی پھر اللہ کے حکم سے پڑھنا چھوڑ دی اور یہی طرز عمل خلفائے راشدین نے اختیار کیا۔گویا ان معتبر صحابہ کا یہ عمل اس کے نسخ پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے مترادف ہے البتہ امام شافعیؒ کے مطابق اس میں نسخ کا وقوع نہیں ہے گویا قنوت نازلہ کے حوالے سے امام شافعیؒ اور امام طحاویؒ کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

حالت صوم میں پچھنے لگوانا:

آئمہ فقہ کا اس حوالے سے اختلاف ہے کہ اگر روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے جائیں تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں اس اختلاف کا سبب اس حوالے سے مروی مختلف روایات ہیں جن میں سے بعض سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ حضرت شداد بن اوسؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا أَفْطَرَ الحَاجِمُ والمَحْجُوم۔پچھنے لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔[16] اس حدیث پاک سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ پچھنے لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے[17]۔اس کے مقابلے میں بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے حالت صوم میں پچھنے لگوائے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے فرامین بھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایاثَلاَثٌ لاَ يُفَطِّرْنَ الصَّائِمَ الحِجَامَةُ، وَالقَيْءُ، وَالاِحْتِلاَمُ[18] تین چیزیں روزے دار کا روزہ نہیں توڑتی پچھنے لگوانا، قئ اور احتلام۔اس کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالمَدِينَةِ

وَهُوَ مُحرِمٌ صَائِمٌ[19]۔ بے شک نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان روزے اور احرام کی حالت میں پچھنے لگوائے۔

امام شافعی کا تبصرہ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مذکورہ فرمان ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا نبی پاس ﷺ سے سماع فتح مکہ کے سال میں ہوا۔ اور اس وقت رسول اللہ ﷺ حالت احرام میں نہ تھے حج بیت اللہ سے قبل وہ حالت احرام میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ نہیں ہوسکتے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا نبی پاک ﷺ کے پچھنے لگوانے کا ذکر اسی ہجری میں حج بیت اللہ کے سال میں ہے۔ اور "أَفْطَرَ الحَاجِمُ والمَحْجُوم" کا حکم فتح مکہ آٹھ ہجری کا ہے جو حج بیت اللہ سے دو سال قبل ہوا، امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ فَإِنْ كَانَا ثَابِتَيْنِ فَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ نَاسِخٌ، وَحَدِيثُ إِفْطَارِ الْحَاجِمِ وَالْمَحْجُومِ مَنْسُوخٌ[20] "اگر یہ دونوں احادیث ثابت شدہ ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ناسخ اور أَفْطَرَ الحَاجِمُ والمَحْجُوم منسوخ ہے۔"

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نسخ کے ثبوت میں بعض اوقات دلائل کے ساتھ ناسخ حدیث کا زمانہ اور منسوخ حدیث کا دور بھی متعین کرتے ہیں اور پھر فیصلہ دیتے ہیں کہ کون سی حدیث ناسخ اور کونسی منسوخ ہے۔ امام طحاویؒ ان روایات میں نسخ کے ثبوت کی بجائے روایات کو دوسرے معنی پر محمول کر کے ان کے اختلاف کو دور کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جبکہ اس حوالے سے امام شافعیؒ ناسخ و منسوخ کے ذریعے اختلاف کو دور کرتے ہیں۔

نکاح متعہ کا منسوخ ہونا:

خاص مدت کیلئے کسی چیز کے بدلے کسی عورت سے نکاح کرنا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی روایت سے ثابت ہے فرماتے ہیں ہم کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہماری بیویاں ساتھ نہ تھیں ہم نے خصی ہونے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا اور ہمیں اس بات کی رخصت عطا فرمائی کہ ہم کسی عورت سے کسی چیز کے بدلے خاص مدت تک نکاح کریں[21]۔ گویا اس روایت سے متعہ کے جواز پر دلیل ملتی ہے اس کے علاوہ بھی روایات میں اس کے بارے میں رخصت موجود ہے لیکن ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی مکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے لہٰذا اس کے جواز اور عدم جواز دونوں کے بارے روایات موجود ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ حضرت حسن بن علیؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ بے شک حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہتے ہیں کہ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ نَهَى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ[22] بے شک رسول اللہ ﷺ نے نکاح متعہ اور پالتو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ والی روایت میں نکاح متعہ کی رخصت کا تو انہوں نے ذکر کیا گیا ہے لیکن اس میں کسی وقت کا بیان نہیں کہ یہ خیبر سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا یہی صورت حال حضرت علیؓ سے مروی حدیث پاک کی ہے جس میں نکاح متعہ سے منع کیا گیا ہے۔ ان میں سے ناسخ کا واضح پتا نہیں چل رہا کہ کونسی ناسخ ہے اور کونسی منسوخ بہر حال متعہ جائز نہیں کیونکہ حدیث ربیع بن سبرہؓ میں اس کی نہی ثابت ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح متعہ حلال قرار دیا پھر فرمایا: هِيَ حَرَامٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ[23] یہ قیامت کے دن تک حرام ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگرچہ ان احادیث میں ناسخ اور منسوخ روایات کے بارے میں واضح طور پر معلوم نہیں ہو رہا کیونکہ ان کے زمانہ کا تعین نہیں ہو رہا لیکن جو متعہ کے جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے موقع پر جب انہوں نے دار شرک میں یہودی عورتوں سے نفع اٹھانا شروع کیا تو نکاح متعہ سے منع کیا گیا اور یہ منع کرنا بھی مکروہ پر مبنی تھا حرام نہیں کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر بھی لوگوں نے اس سے نفع حاصل کیا جیسا کہ عبد العزیز بن عمرؓ کی حدیث میں ہے[24]۔ امام شافعیؒ اعتراض کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال متعہ سے منع کرنے والی حدیث ہمیشہ کیلئے منع کرنے پر دال ہے اور یہ حدیث حضرت علیؓ والی حدیث سے زیادہ واضح ہے اور جب (متعہ کا) ثبوت واضح نہیں تو اس میں رخصت کا پایا جانا حجت نہ ہوا لہٰذا یہ منھی عنہ میں سے ہوا جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے اور ہمارے نزدیک یہ منع کرنا حرام پر مبنی ہے جب تک کہ کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو حرام کی بجائے اختیار دینے کو ظاہر کر دے۔[25]

اعتراض و جواب:

اگر یہ کہا جائے کہ متعہ سے منع کرنا اگر ناسخ اور منسوخ پر دلالت نہ کرے تو اس میں رخصت پر عمل بہتر ہے یا اس سے منع ہونا بہتر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں کہ اس سے منع ہونا بہتر ہے واللہ اعلم اولی، تو معترض کا کہنا ہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ {وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ}[26] امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو نکاح یا ملک یمین کے بغیر حرام قرار دیا ہے اور منکوحات کے حوالے سے فرمایا (إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ)[27] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان کو حرام ہونے کے بعد نکاح کے ذریعے حلال کیا اور طلاق کے بغیر حرام نہیں کیا اور طلاق کے حوالے سے فرمایا: {الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ}[28]

اس بحث سے بآسانی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسائل کی وضاحت میں اسلوب کیا ہے کہ روایات پر فنی حیثیت سے بحث کرنے کے بعد اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں اور جوابات کی وضاحت قرآنی آیات کے حوالے سے مستند طریقے سے کرتے ہیں آیات قرآنیہ سے بھی استنباط کرتے ہیں۔ اس بحث سے یہ بھی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک متعہ حرام ہے اور اس کی رخصت جو عارضی طور پر تھی وہ ختم ہو گئی اب اس کی اجازت نہیں ہے۔

یوم عاشور کے روزے کا نسخ:

یوم عاشور کے روزے کے حوالے سے دو نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں کہ یہ رمضان کے روزے کی فرضیت سے قبل واجب تھا یا نہیں۔ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ رمضان کے روزے کی فرضیت سے پہلے عاشور کا روزہ واجب تھا جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس دن کا روزہ رکھنا واجب نہ رہا بلکہ منسوخ ہو گیا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث واضح دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ صَامَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ الْفَرِيضَةَ، وَتَرَكَ عَاشُورَاءَ[29]۔ بے شک نبی ﷺ نے دور جاہلیت میں اس (دن) کا روزہ رکھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا لہٰذا جب رمضان (کے بارے آیات) کا نزول ہوا تو یہ رمضان فرض ہو گیا اور عاشورہ کے روزے کو ترک کر دیا گیا۔

گویا اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ عاشوراء کا روزہ رکھنے کا جب نبی پاک ﷺ نے حکم دیا تو حکم وجوب کے لئے ہوتا ہے لہٰذا یہ روزہ واجب تھا لیکن رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد اس کا وجوب ختم ہو گیا اور یہ مستحب ہو گیا جو چاہے رکھ لے اور جو چاہے نہ رکھے۔

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہ تھا بلکہ مسنون تھا اس کی تاکید کی گئی تھی اور رمضان کے بعد اس کی تاکید ختم کر دی گئی۔ یہ نقطہ نظر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول ترک عاشوراء کا صرف یہی احتمال درست نہیں کہ عاشوراء کا وجوب ترک ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن سے رمضان کے مہینے کے روزے کی فرضیت واضح ہو رہی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو بیان کیا اور حضرت ابن عمر اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی نبی ﷺ سے مروی یہ حدیث کہ: أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكْتُبْ صَوْمَ يَوْمِ عَاشُورَاءَ عَلَى النَّاسِ[30] بے شک اللہ تعالیٰ نے یوم عاشوراء کا روزہ لوگوں پر فرض نہیں کیا۔ اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ فرض و واجب نہ تھا، ہو سکتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو اس کا روزہ رکھتے اور حکم دیتے ہوئے دیکھا ہو اور اس سے گمان کیا ہو کہ یہ واجب ہے اور آپ کے ترک کرنے سے اس کا واجب ہونا منسوخ سمجھا لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ صرف رمضان کے روزے فرض تھے اس کے علاوہ کوئی اور روزہ فرض و واجب نہ تھا جیسا کہ ابن عمر اور معاویہ کی حدیث سے بھی واضح ہو رہا ہے۔

بیٹھے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا:

امام شافعی کے نزدیک بیٹھے امام کے پیچھے مقتدی کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے جب مقتدی قیام کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر قیام کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی جائز ہو گا۔ پھر انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار تھے تو آپ ﷺ نے نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھائی اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ[31] جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ فرمان آپ ﷺ کے عمل کے ساتھ منسوخ ہے۔ مذکورہ روایت کے موافق حضرت انس بن مالکؓ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ھریرہؓ سے بھی مروی ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اس بیماری کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھائی جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا جبکہ آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور یہ آپ ﷺ کی لوگوں کے ساتھ آخری نماز تھی پھر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے لہٰذا یہ روایت یقیناً پہلی روایات کی ناسخ ہے[32] امام شافعیؒ اس روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار تھے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر آپ ﷺ کو کچھ افاقہ محسوس ہوا تو آپ ﷺ آکر حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ فَأَمَّ رَسُولُ اللّٰهِ أَبَا بَكْرٍ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَأَمَّ أَبُو بَكْرٍ النَّاسَ وَهُوَ قَائِمٌ[33] تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کی امامت بیٹھ کر کروائی اور حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کی امامت کھڑے ہو کر کروائی۔ امام شافعیؒ اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اسی معنی میں دیگر اسناد سے بھی

روایات بیان کی گئی ہیں لہٰذا اہم پہلی روایات کے منسوخ ہونے کا حکم لگائیں گے اور ان مذکورہ روایات کو ناسخ شمار کریں گے اور منسوخ روایات اسی وقت تک حق تھیں جب تک وہ منسوخ نہیں ہوئی جب منسوخ ہو گئیں تو جو ناسخ روایات ہیں وہ حق ہیں پھر امام شافعیؒ نے حضرت جابر بن عبد اللہ کا عمل نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ان کے پیچھے باقی لوگوں نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک راوی رسول اللہ ﷺ سے کسی ایک عمل کو جانتا ہے کہ اور اس کے خلاف کئے ہوئے عمل سے واقف نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس لئے اس کا دیکھا ہوا عمل دوسرے عمل پر حجت اللہ دلیل ہوتا ہے لہٰذا وہ اسی کو حق سمجھتا ہے جو اسے معلوم ہے۔ جیسا کہ اسی طرح کا عمل اسید بن حضیرؓ سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے بھی جابر بن عبد اللہؓ کی طرح نماز پڑھائی اور پیچھے پڑھنے والوں کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔[34]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی اگر کسی صحابی کا عمل منسوخ روایت پر دیکھتے ہیں تو اسے بیان کر کے اس بات کا اظہار کر دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے ناسخ عمل انہیں معلوم نہ ہو لہٰذا اس صحابی کے نزدیک ان کا اپنا دیکھا ہوا عمل حجت ہوتا ہے۔

جرائم کی سزا کا منسوخ ہونا:

امام شافعیؒ باب العقوبات فی المعاصی کے تحت لکھتے ہیں کہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے مختلف جرائم کی سزائیں موجود تھیں۔ پھر حدود نازل ہوئیں اور وہ سزائیں منسوخ ہو گئیں اس پر حدیث پاک بیان کرتے ہیں کہ نعمان بن مرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شراب پینے والے، چور اور زانی کے بارے تم کیا کہتے ہو؟ (راوی کہتے ہیں) اور یہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے تو صحابہ نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا هُنَّ فَوَاحِشُ، وَفِيهِنَّ عُقُوبَاتٌ[35] یہ سب فواحش ہیں اور ان پر سزائیں ہیں۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نزول حدود سے پہلے مختلف جرائم کی سزائیں موجود تھیں۔ جب حدود والی آیات نازل ہو گئیں تو وہ سزائیں منسوخ ہو گئیں۔ پھر امام شافعی قرآنی آیات بیان کر کے اپنے اس موقف کی تائید حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ نساء کی آیت نمبر 15([36]) میں بدکاری کرنے والی عورتوں کی سزا گھروں میں اس وقت تک قید کرنا جب تک وہ فوت نہ ہو جائیں بیان ہوئی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بدکاری کرنے والوں کی پہلی سزا کا بیان ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ ہر قسم کے زنا کرنے والے کی سزا سے (آزاد یا غلام، باکرہ اور ثیبہ وغیرہ کی سزا سے) لہٰذا مسلمان آزاد کنوارے مرد و عورت کے لئے حد بیان فرمائی {الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ}[37] زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ یعنی اس آیت میں بیان کردہ سزا سے سورہ نساء میں موجود سزا منسوخ ہو گئی جس میں بدکاری کرنے والی عورتوں کو مرنے تک قید میں رکھنے کا بیان تھا۔

اس کے بعد امام شافعیؒ رجم کی سزا کے ثبوت میں روایات نقل کرتے ہیں جن میں ایک روایت حضرت سعید بن مسیبؒ کی ہے کہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے کہ آیت رجم سے ہلاک ہونے سے بچو کہ کوئی یہ نہ کہے مجھے اللہ کی کتاب میں دو حدیں نہیں ملی۔ تحقیق رسول اللہ ﷺ نے رجم فرمایا۔ ہم نے بھی رجم کیا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے تو میں الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ[38] کو اس میں لکھ دیتا۔ بے شک ہم نے اس آیت کی قرآن میں تلاوت کی ہے حضرت عمرؓ کی اس روایت سے رجم کا واضح ثبوت فراہم ہو رہا ہے اور امام شافعیؒ اسی چیز کو واضح کر رہے ہیں پھر ایک روایت حضرت ابو ہریرۃؓ، زید

بن خالدؓ اور سفیانؓ سے نقل کرتے ہیں جس میں ایک کنوارے لڑکے اور ثیبہ عورت کی الگ الگ سزاؤں کا بیان ہے کہ لڑکے کو کوڑے مارے گئے اور شادی شدہ عورت کو رجم کیا گیا۔ امام شافعیؒ نے اسے بھی دلیل کے طور پر ذکر کیا کہ شادی شدہ عورت کو رجم کی سزا سے رجم کا ثبوت مل رہا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شادی شدہ مرد و عورت کی سزا پہلے رجم کے ساتھ سو کوڑے بھی تھی جو بعد میں منسوخ کر دی گئی اور صرف رجم رکھی گئی[39]۔ گویا سب سے پہلے زنا کی سزا مرنے تک قید میں رکھنا تھی پھر اس میں کوڑوں اور رجم دونوں کو جمع کر دیا گیا آخر میں کنوارے لڑکی لڑکے کے لئے صرف سو کوڑے اور شادی شدہ مرد و عورت کے لئے صرف رجم رکھا گیا۔ اس سے امام شافعیؒ کے نسخ فی العقوبات کے اسلوب کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح آیات واحادیث میں نسخ پر دقیق اور عمدہ بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کی سزائیں کس طرح منسوخ ہوئیں۔

جس پر چار مرتبہ حد نافذ ہو چکی ہو اگر پھر جرم کرے تو کیا قتل کیا جائے؟

اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اگر چار مرتبہ کسی پر حد نافذ ہو چکی ہے اور پھر پانچویں مرتبہ وہ جرم کرتا ہے تو کیا اس پر دوبارہ حد جاری کی جائے گی یا قتل کیا جائے گا۔ امام شافعیؒ اس حوالے سے پہلے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں حد جاری کرنے کا بیان ہے کہ اسے کوڑے مارے جائیں گے قتل نہیں کیا جائے گا۔ پھر امام شافعیؒ حضرت ابوزبیرؓ والی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ مَنْ أُقِيمَ عَلَيْهِ حَدٌّ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ الْخَامِسَةَ قُتِلَ، ثُمَّ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ أُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أُتِيَ بِهِ الْخَامِسَةَ، فَحَدَّهُ وَلَمْ يَقْتُلْه[40]۔ جب کسی شخص پر چار بار حد نافذ ہو چکی ہو اور وہ پانچویں بار پھر جرم کرے تو قتل کیا جائے گا۔ پھر نبی ﷺ کے پاس ایسا آدمی لایا گیا۔ جس پر چار بار حد نافذ ہو چکی تھی اور پانچویں بار اس نے جرم کا ارتکاب کیا تو آپ ﷺ نے اس پر حد جاری کی اور قتل نہیں کیا۔ امام شافعیؒ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مذکورہ روایات میں جو بیان ہوا اگر وہ نبی کریم ﷺ ثابت ہے تو اس میں نبی ﷺ سے نسخ روایت کیا گیا ہے جو حضرت ابوزبیر والی حدیث میں موجود ہے۔ البتہ یہ نسخ مرسلا بیان ہوا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ حدیث مرسل کو بھی ناسخ حدیث شمار کرتے ہیں۔

سورۃ نجم کے سجدہ کا نسخ:

امام شافعیؒ باب سجود القرآن کے تحت حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی روایت بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَرَأَ بِالنَّجْمِ، فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ مَعَهُ إِلَّا رَجُلَيْنِ، قَالَ أَرَادَا الشُّهْرَةَ[41] بے شک رسول اللہ ﷺ نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی اور سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ دو آدمیوں کے علاوہ سب لوگوں نے سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں نے شہرت کا ارادہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام شافعیؒ حضرت زید ثابتؓ کے مروی روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس سورۃ نجم کی تلاوت کی تو اس میں سجدہ نہیں کیا[42]۔ ان دونوں روایات کو نقل کرنے کے بعد امام شافعیؒ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان دونوں احادیث سے یہ دلیل ملتی ہے کہ قرآن پاک میں سجدہ حتمی نہیں ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ سجدہ ترک نہ کریں کیونکہ نبی مکرم ﷺ نے سورۃ نجم میں سجدہ کیا بھی ہے اور چھوڑ بھی دیا ہے۔ لہٰذا امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ سورۃ نجم میں سجدہ ہے اور وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ قرآن کے سجدہ میں سے کوئی سجدہ چھوڑ دیا جائے۔ اگر کسی

نے یہ سجدہ چھوڑ دیا تو وہ اس کے عمل کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کے چھوڑنے والے پر اس کی قضا نہیں ہے کیونکہ یہ فرض نہیں ہے۔ پھر امام شافعیؒ سجدہ فرض نہ ہونے پر دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سجدہ فرض نہیں ہے کیونکہ سجدہ بھی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے {إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا}[43] موقوت میں دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ موقوت بالعدد اور موقوت بالوقت۔ اور رسول ﷺ نے یہ بات واضح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں ایک آدمی نے عرض کی کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز مجھ پر لازم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو جتنا نفلی کام کرلے[44]۔ لہٰذا جب سجود القرآن فرض نمازوں سے خارج ہیں تو یہ اختیاری سنت ٹھہرے۔

لہٰذا ہمارے نزدیک پسندیدہ عمل ہے کہ انہیں ترک نہ کیا جائے لیکن جس نے ترک کر دیا تو اس نے فضیلت کو ترک کیا فرض کو ترک نہیں کیا۔ دوسرا یہ کہ جب حدیث پاک میں یہ ثابت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے سجدہ کیا اور باقی لوگوں نے بھی سجدہ کیا دو آدمیوں کے علاوہ۔ ان دو آدمیوں نے فرض نہیں چھوڑا اگر فرض چھوڑتے تو آپ ﷺ ان کو دہرانے کا حکم ارشاد فرماتے۔ پھر حضرت زید کی روایت کہ انہوں نے تلاوت کی مگر سجدہ نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم بھی نہیں دیا کہ اب سجدہ کر لو کیونکہ یہ فرض نہیں تھا۔ گویا کہ امام شافعی ان دونوں مخالف روایات کے اختلاف کو اختلاف من جھۃ المباح پر محمول کر رہے ہیں اور سجدہ کی فرضیت کے قائل نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ان دونوں میں سے ایک حدیث دوسرے کی ناسخ ہونے کا احتمال رکھتی ہے تو اسے کہا جائے گا کہ کسی نے بھی سورۃ نجم میں سجدے کے منسوخ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ سجدہ کا ترک کرنا منسوخ ہو اور سجدہ کرنا ناسخ ہو اور یہ زیادہ بہتر ہو گا کیونکہ سجدہ کرنا سنت ہے۔ لیکن امام شافعی آخر میں فیصلہ کن بات فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ اختلاف، مباح کی جہت سے ہے[45]۔ گویا امام شافعی کے نزدیک ان میں نسخ نہیں پایا جاتا بلکہ اس میں اختلاف کی نوعیت مباح سے تعلق رکھتی ہے کہ اگر کوئی سجدہ کرلے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر کوئی شخص سجدہ نہیں کرتا تو وہ فضیلت سے محروم رہے گا البتہ وہ واجب کا تارک نہیں ہو گا۔

سجدہ تلاوت کا وجوب:

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تو واجب نہیں اور امام طحاویؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سجدۃ تلاوت واجب ہے کیونکہ جن روایات میں سجدہ تلاوت نہ کرنا ثابت ہے اس کے بارے امام طحاوی مختلف احتمالات ذکر کر کے ان کو قابل ترجیح نہیں سمجھتے۔ البتہ نظر اور قیاس کے مطابق امام طحاوی سجدہ تلاوت کے وجوب کی نفی کرتے ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جب مسافر قرآن مجید کی سجدہ والی آیات سواری پر پڑھتا ہے تو اس پر سجدہ تلاوت اشارے سے جائز ہے اور زمین پر اتر کر سجدہ کرنا ضروری نہیں اس پر سب متفق ہیں اور یہ چیز نفل کی صفت ہے یہ فرض کی صفت نہیں ہے۔ کیونکہ فرض صرف زمین پر ہی ادا کئے جاتے ہیں اور نوافل سواری پر بھی پڑھے جا سکتے ہیں[46]۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام طحاوی نظر اور قیاس کی روشنی میں سجدہ تلاوت کے وجوب کی بجائے سنت کے قائل ہیں البتہ روایات و احادیث کے دلائل کے مطابق وجوب کے قائل ہیں۔

نماز میں رفع یدین کا نسخ:

اس بارے میں اہل علم کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ نماز میں رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں تک

اٹھانے چاہئیں کہ نہیں ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے ہاتھ اٹھانے چاہئیں اور اس سلسلے میں وہ یہ روایت بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی مکرم ﷺ دیکھا کہ جب وہ نماز کا آغاز کرتے تو دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر بلند کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے اور دو سجدوں کے مابین رفع یدین نہ کرتے[47]۔ اس کے بعد امام شافعیؒ، حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی حدیث بیان کرتے ہیں جو اسی مضمون کو بیان کرتی ہے پھر امام شافعیؒ فرماتے ہیں اسی حدیث کو ابو حمید الساعدی نے رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ سے روایت کیا ہے اور سب نے اس کی اکٹھے تصدیق کی ہے۔ لہٰذا امام شافعیؒ اپنا مؤقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کوئی نماز کی ابتدا کرے تو کندھوں تک دونوں ہاتھ بلند کرے اور جب رکوع میں جائے یا رکوع سے اپنا سر اٹھائے تو رفع یدین کرے اور نماز میں ان مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔ امام شافعیؒ مذکورہ احادیث کو دلیل تسلیم کرتے ہوئے اس کی مخالف احادیث کو ترک کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ رفع یدین والی روایات سند کے اعتبار سے زیادہ مستند ہیں اور تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور زیادہ تعداد حدیث کو زیادہ اچھی طرح محفوظ رکھ سکتی ہے کم تعداد کی نسبت۔

امام شافعیؒ باب الخلاف فیہ کے تحت اس سے مختلف نقطہ نظر کو بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ہماری مخالفت کرتے ہوئے صرف نماز کی ابتداء میں کانوں تک رفع یدین کرنے کا حکم لگایا ہے اور رکوع میں جھکتے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین نہ کرنے کا قول کیا ہے اور اس سلسلے میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی احادیث کو بطور دلیل ذکر کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز کی ابتداء کرتے تو رفع یدین کرتے پھر دوبارہ ہاتھ نہ اٹھاتے[48]۔ امام شافعیؒ اس حدیث کے مقابلے میں حضرت وائل بن حجرؓ اور ابو حمید ساعدیؓ کی روایات کو قابل حجت اور مستند مانتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ ان کے مطابق اگر صرف ایک حدیث ہی ان کے پاس ہوتی اور تمہارے پاس بھی اس کے مقابلے میں ایک حدیث ہوتی تو اخذ مسئلہ کے اعتبار سے پھر بھی ہماری حدیث زیادہ مستند ہوتی کیونکہ اس میں حفاظت کا زیادہ امکان ہے۔ بنسبت تمہاری حدیث کے اور یہ بھی کہ ہماری حدیث کا استناد تمہاری حدیث سے زیادہ ہے[49]۔

امام شافعیؒ کی مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ وہ وائل بن حجرؓ اور ابو حمید الساعدیؓ کی روایات کو حضرت براء بن عازبؓ کی روایات پر ترجیح دیتے ہیں اور اس باب میں نسخ کے قائل نہیں ہیں جبکہ احناف کے نزدیک رفع یدین والی روایات منسوخ ہیں اور ترک رفع یدین والی احادیث ان کی ناسخ ہیں۔

امام طحاویؒ رفع یدین فی الصلاۃ کے حوالے سے پہلے رفع یدین ثابت کرنے والی روایات مختلف اسانید سے نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ایک گروہ ان آثار کو سامنے رکھتے ہوئے رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرنا واجب قرار دیتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں دوسرے گروہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز شروع کرتے ہوئے رفع یدین کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں ہے۔ اس کی تائید میں امام طحاویؒ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ, رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ إِبْهَامَاهُ قَرِيبًا مِنْ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ, ثُمَّ لَا يَعُودُ[50]۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ سے کرتے تو ہاتھوں کو اتنا بلند کرتے کہ آپ کے انگوٹھے تقریباً دونوں کانوں کی لوح تک پہنچ جاتے پھر رفع یدین نہ کرتے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نبی ﷺ سے رفع یدین دیکھ کر خود رفع یدین نہیں کرتے اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہیں حضور ﷺ کے رفع یدین کے نسخ کا یقیناً علم ہو گا ورنہ ایسا ممکن نہیں کہ وہ آپ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھیں اور خود نہ کریں۔ حضرت علیؓ کا خود رفع یدین نہ کرنا اور حضور ﷺ کے رفع یدین کو روایت کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت علیؓ رفع یدین کو نبی ﷺ سے منسوخ مانتے تھے[51]۔ یہی معاملہ حضرت ابن عمرؓ کا ہے کہ ان سے مروی روایت میں رفع یدین کا ذکر ہے جبکہ ان کا اپنا عمل اس روایت کے خلاف ترک رفع یدین پر ہے۔ لہٰذا امام طحاوی اس سے استدلال کرتے ہوئے رفع یدین کی روایات کو ابن عمرؓ کے نزدیک منسوخ قرار دیتے ہیں۔ امام طحاویؒ اس کے بعد نظر صحیح کے ذریعے بھی اس بات کی تائید حاصل کرتے ہیں کہ رکوع میں جھکتے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں ہے کیونکہ جب ہم غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین ہے اور دو سجدوں کے درمیان تکبیر میں رفع یدین نہیں ہے۔ اس حوالے سے اختلاف ہے کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات کے ساتھ رفع یدین ہے یا نہیں۔ بعض نے ان تکبیرات کو تکبیر تحریمہ کی مثل قرار دے کر رفع یدین کا وجوب ثابت کیا کچھ نے سجدہ کی تکبیرات کے مثل قرار دیا اور رفع یدین کی نفی کی۔ جب غور کیا جائے تو تکبیر تحریمہ کے بغیر نماز درست نہیں رہتی جبکہ سجدہ کی تکبیرات نہ ہوں تو نماز ہو جاتی ہے ایسے ہی رکوع کی تکبیرات اگر رہ جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ لہٰذا ان کو سجدہ کی تکبیرات کی طرح قرار دے کر رفع یدین نہ کیا جائے تو یہ قرین قیاس ہے۔[52]

اس بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ اس حوالے سے مفصل گفتگو دلائل کے ساتھ کرتے ہیں البتہ امام شافعی رحمہ اللہ اپنے انداز سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ امام شافعی اور امام طحاوی رحمہا اللہ کے دلائل پر غور کیا جائے تو یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ امام طحاوی کا نقطہ نظر آثار و روایات کے علاوہ نظر صحیح کی تائید کے ساتھ زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

احرام کو خوشبو لگانا:

احرام باندھنے سے پہلے احرام وغیرہ کو خوشبو لگانے کے حوالے سے دو نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں ایک یہ کہ حالتِ احرام میں آنے سے پہلے خوشبو لگائی جا سکتی ہے اور دوسرا یہ کہ احرام باندھنے سے پہلے احرام یا احرام باندھنے والے کو خوشبو لگانا درست نہیں۔ امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ احرام باندھنے سے پہلے احرام اور آدمی کو خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر زعفران لگایا ہو تو اس کو دھونا ضروری ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگائی جب آپ احرام باندھنے والے تھے اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے جب آپ نے احرام کھول دیا تھا أَنَا طَيَّبْتُ رَسُولَ اللَّهِ بِيَدِيَّ هَاتَيْنِ لِإِحْرَامِهِ حِينَ أَحْرَمَ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ الْبَيْتَ[53]۔ ان روایات کے بعد امام شافعی باب الخلاف فی طیب المحرم للاحرام کے عنوان سے نیا باب باندھتے ہیں اور اپنے مخالف موقف کو بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی اس روایت سے دلیل لی ہے۔ جس میں حضرت عمرؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو حالتِ احرام میں خوشبو کی حالت میں پایا تو انہیں اسے دھونے کا حکم دیا اور ساتھ فرمایا: مَنْ رَمَى الْجَمْرَةَ وَحَلَقَ فَقَدْ حَلَّ لَهُ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ، إِلَّا النِّسَاءَ وَالطِّيبَ[54]۔ امام شافعیؒ اس پر بحث کرتے ہوئے اپنے موقف پر موجود دلیل جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کو زیادہ معتبر اور مستند قرار دے دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حضرت عمرؓ کے قول کو ترک کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا قول رسول اللہ ﷺ

عمل کے برابر نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ کہ حضرت عمرؓ کا قول حضرت یعلی بن امیہؓ کی روایت کردہ حدیث کے مشابہ ہے کیونکہ اس میں محرم کو صفراء کے دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں حضرت یعلی بن امیہؓ کی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یعلی بن امیہؓ کی روایت میں اس صفراء کو دھونے کا حکم ہے جو دکھائی دیتی ہے خوشبو کو دھونے کا حکم نہیں یا زعفران لگانے سے منع کیا گیا ہے۔ چونکہ حضور ﷺ خود خوشبو استعمال کرتے ہوئے خوشبو سے منع نہیں فرما سکتے۔ اگر مان لیا جائے کہ صفراء کو خوشبو کی وجہ سے دھونے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ حکم جعرانہ والے سال کا ہے جو ہجرت کے آٹھویں سال میں ہوا جبکہ خوشبو استعمال کرنے والا عمل حجۃ الاسلام ہجرت کے دسویں سال کا ہے۔ لہٰذا فَكَانَ تَطْيِيْبُهُ لِإِحْرَامِهِ وَلِحِلِّهِ نَاسِخًا لِأَمْرِهِ الْأَعْرَابِيَّ بِغَسْلِ الصُّفْرَةِ[55] تو آپ ﷺ کے احرام کو خوشبو لگانے والا عمل اعرابی کے صفراء کو دھونے کے عمل کا ناسخ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ یہاں پہلے روایات کے اختلاف کو ترجیح کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور پھر نسخ کا حکم لگاتے ہیں کہ اگر ترجیح کو چھوڑ دیا جائے تو دوسری صورت میں بعد والا حکم جو دسویں سال میں ہوا وہ ناسخ ہے اور جو پہلے کا حکم یعنی آٹھویں سال کیا گیا وہ منسوخ ہے۔

اس بحث سے ہمیں یہ نتیجہ نکالنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ امام شافعیؒ تو خوشبو سے منع کرنے والی روایات کو منسوخ قرار دیتے ہیں لیکن امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کا نقطہ نظر جمہور احناف کے مطابق ہے لیکن امام محمد بن حسن شیبانیؒ اور امام طحاویؒ الگ سے نقطہ نظر رکھتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے، جو آثار اور قیاس دونوں کے موافق دکھائی دیتا ہے اور اس میں احتیاط کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حواشی و حوالہ جات

---

[1] مسلم، "الجامع الصحیح" کتاب الحیض، باب انما الماء من الماء، 1/155، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَامَعَ أَحَدُنَا فَأَكْسَلَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَغْسِلْ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ، وَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيُصَلِّ (شافعی، اختلاف الحدیث باب الماء من الماء، 8/606)

[2] شافعی، "اختلاف الحدایث"، باب الماء من الماء، 8/606؛ مسلم، "الجامع الصحیح" کتاب الحیض، باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانین، 1/156

[3] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب الماء من الماء 8/606

[4] أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَحَدُنَا يَأْتِي الْمَرْأَةَ ثُمَّ يَكْسَلُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ (عبد الرزاق بن ہمام، "مصنف عبد الرزاق"، کتاب الطھارۃ، باب مایوجب الغسل، المکتب الاسلامی، بیروت)

[5] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب الماء من الماء 8/607

[6] ایضا

[7] امام مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک بھی یہ حدیث منسوخ ہے (شرح صحیح مسلم 1/1038)

[8] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب القنوت فی الصلوت کلھا، ۸/۶۵۳

[9] كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنَ الْقِرَاءَةِ، «اللهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اللهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِي يُوسُفَ، اللهُمَّ الْعَنْ لِحْيَانَ، وَرِعْلًا، وَذَكْوَانَ،

وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ»، ثُمَّ بَلَغَنَا أَنَّهُ تَرَكَ ذَلِكَ لَمَّا أُنْزِلَ: {لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ} آل عمران 128 الخ(مسلم، "الجامع الصحیح"، کتاب المساجد، بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُنُوتِ فِي جَمِيعِ الصَّلَاةِ، ج1، ص237)

[10] فتح مکہ سے قبل ایمان لائے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے آپ نے 53 یا 54ھ میں وفات پائی(تہذیب التہذیب، ج6، ص146)

[11] آل عمران 128:3

[12] طحاوی، "شرح معانی الاثار"، کتاب الصلاۃ، باب القنوت فی صلاۃ الفجر وغیرھا، ج1، ص155

[13] ان کا اصل نام لاحق بن حمید بن سعید ہے ایک قول کے مطابق شعبہ بن خالد بن کثیر بن حبیش بن عبد اللہ بن سدوس السدوسی ہے انہوں نے ابو موسی اشعری، حسن بن علی معاویہ، عمران بن حصین، سمرۃ بن جندب، ابن عباس، مغیرہ بن شعبہ، حفصہ، ام سلمہ، اَنس، جندب بن عبد اللہ، سلمہ بن کہیل اور قیس بن عباد وغیرہ سے روایات بیان کی ہیں اور عمر بن الخطاب، حذیفہ سے مرسل روایات بیان کی ہیں اور ان سے قتادہ، انس بن سیرین، ابو التیاح، سلیمان التیمی، عاصم الاحول، حبیب بن الشھید، ابو ھاشم الرمانی اور عمران بن حدیر نے روایات بیان کی ہیں(تہذیب التہذیب، ج11، ص171)

[14] طحاوی، "شرح معانی الاثار"، کتاب الصلاۃ، باب القنوت فی صلاۃ الفجر وغیرھا، ج1، ص155

[15] نسائی، احمد بن شعیب، "السنن"، كِتَابُ الافتتاح، باب تَرْكُ الْقُنُوتِ، رقم1079، ج1، ص164

[16] امام شافعی رحمہ اللہ اپنی سند سے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا أَفْطَرَ الحَاجِمُ والمَحْجُوم(اختلاف الحدیث، ج8، ص640)؛ ابو داؤد، "السنن"، کتاب الصوم، باب فی الصائم یحتجم، ج1، ص343

[17] الخطابی، حمد بن محمد، "معالم السنن"، کتاب الصیام، ومن باب الصائم یحتجم، الحازمی، الاعتبار، ج1، ص511

[18] ترمذی، الجامع، ابواب الصوم، بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّائِمِ يَذْرَعُهُ القَيْءُ، ج1، ص153

[19] مسلم، "الجامع الصحیح"، کتاب الحج، باب جواز الحجامۃ للمحرم، ج1، ص383؛ بخاری، "الجامع الصحیح"، کتاب الصوم، بَابُ الحِجَامَةِ وَالقَيْءِ لِلصَّائِمِ، ج1، ص260؛ طحاوی، "شرح معانی الآثار"، کتاب الصیام، باب الصائم یحتجم، ج1، ص348

[20] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب الحجامۃ، ج8، ص640

[21] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب نکاح المتعۃ، ج8، ص646

[22] ایضا، ج8، ص645

[23] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب نکاح المتعۃ، ج8، ص646

[24] طحاوی، "شرح معانی الآثار"، کتاب النکاح، باب نکاح المتعۃ، المکتبۃ الحقانیہ، ملتان، ت ن، ج2، ص15

[25] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب نکاح المتعۃ، ج8، ص646

[26] المومنون 23:5-6

[27] الاحزاب 33:49

[28] البقرۃ 2:229

[29] شافعی، "اختلاف الحدیث"، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، ج8، ص610

[30] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب یوم العاشورۃ، ج8، ص610

[31] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب صلاۃ الامام جالسا ومن خلفہ قیاما، ج8، ص609

[32] ایضاً

[33] ایضاً

[34] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب صلاۃ الامام جالسا و من خلفه قیاما، ج8، ص609

[35] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب العقوبات فی المعاصی، ج8، ص644

[36] وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ

[37] النور 2:24

[38] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب العقوبات فی المعاصی، ج8، ص644

[39] ایضا، ج8، ص644

[40] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب من اقیم علیه الحد فی شئی اربع مرات ثم عاد له، ج8، ص643

[41] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب سجود القرآن

[42] ایضا

[43] النساء 4:103

[44] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب سجود القرآن

[45] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب سجود القرآن، ج8، ص610

[46] طحاوی، "شرح معانی الآثار"، باب المفصل هل فیه سجود ام لا، ج1، ص218

[47] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب رفع الایدی فی الصلاۃ، ج8، ص635

[48] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب الخلاف فیه، ج8، ص635

[49] ایضاً

[50] طحاوی، "شرح معانی الآثار"، کتاب الصلاۃ، باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع، ج1، ص145

[51] ایضاً

[52] طحاوی، "شرح معانی الآثار"، ج1، ص225

[53] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب الطیب للاحرام

[54] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب الخلاف فی تطیب المحرم للاحرام

[55] شافعی، "اختلاف الحدیث"، باب الخلاف فی تطیب المحرم للاحرام